Volume 03, Issue 03,
July-September 2025
PP: 108-117
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

اردو نثری نظم میں آہنگ کے مباحث

Discourses on Rhythm in Urdu Prose Poetry

Ali Raza[1], Prof. Dr. Naseem Abbas[2]*

Article History

Received
20-08-2025

Accepted
28-09-2025

Published
30-09-2025

Indexing

WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
ACADEMIA
Google Scholar
EuroPub

Abstract

The Urdu prose poem represents a critical juncture in the evolution of Urdu literary aesthetics, situated between the classical traditions of metrical poetry and the innovations of Western literary forms. Classical Urdu poetry, deeply influenced by Arabic and Persian prosody, has always regarded *āhang* (rhythm) as central to poetic expression, closely tied to meter, rhyme, and musicality. The introduction of the prose poem challenged these conventions, raising questions about whether poetry can exist without traditional metrics and how rhythm could be realized in a form that is primarily prosaic.Critics such as Dr. Unwan Chishti, Dr. Ibn-e-Fareed, Karamat Ali Karamat, Wazir Agha, Gopi Chand Narang, and Anis Nagi have explored this problem by distinguishing between *ʿarūḍī āhang* (metrical rhythm) and *dākhilī* or organic rhythm. While metrical rhythm depends on syllabic patterns, the internal rhythm of the prose poem emerges from semantic flow, emotional intensity, and syntactic modulation. This shift underscores the Urdu prose poem's experimental nature: it negotiates the inherited poetic norms while striving for an independent rhythm derived from linguistic and thematic dynamics rather than prosody.The debates highlight a persistent tension: traditionalists see rhythm as inseparable from poetry, whereas modernists argue that the prose poem generates its own musicality through expression and thought. Consequently, Urdu prose poetry remains a contested yet innovative form, where rhythm is redefined and poetry is expanded beyond classical structures. Its significance lies not only in challenging the conventional notion of *āhang* but also in establishing a distinctive aesthetic space that bridges the continuity of Urdu literary tradition with modern experimentation.

Keywords:
Urdu Prose Poetry, Debates, Rhythm, Wazir Agha, Gopi Chand Narang, Anis Nagi, Nasir Abbas Nayyer.

[1] *MPhil Urdu Scholar, University of Sargodha.* ****Corresponding Author***
[2]*Department of Urdu, University of Sargodha.* naseem.abbas@uos.edu.pk

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE

ROAD OPEN ACCESS

اردو شاعری کی ابتداء کو دیکھا جائے تو اس کی بنیاد میں عربی اور فارسی شاعری کے تاثرات شامل ہیں۔ عربی اور فارسی شاعری ہی کی تقلید میں اردو شعراء نے اپنا کلام کہا۔ چونکہ عربی اور فارسی شاعری میں شعر کے ساتھ وزن لازمی جزو کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے تو اردو زبان بھی اس سے اپنا دامن نہ بچا سکی۔ جوں جوں زمانے نے اپنا رنگ بدلا تو مختلف النوع زبان و ادب تک انسان کی رسائی ہوئی۔ اردو زبان و ادب نے مغربی تہذیب سے بھی استفادہ کیا۔ مختلف اصناف کے تراجم بھی ہوئے۔ نثری نظم بھی مغرب سے مستعار ہے جس میں بحر اور وزن کا التزام نہیں کیا گیا۔ اسی وجہ سے شاعری میں آہنگ و اوزان کے مسائل درپیش ہوئے۔ کیوں کہ نثری نظم سے پہلے اردو شاعری کی روایت میں ایسا کوئی شعر نظر نہیں آتا جس میں بحر کا استعمال نہ کیا گیا ہو۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اردو اور انگریزی زبان و ادب کے تہذیبی، لسانی اور ادبی فرق کو سمجھ لیا جائے۔

جہاں تک اردو میں مغرب سے شعری اصناف مستعار لینے کا تعلق ہے تو اردو زبان نے اپنے شعری اصولوں اور ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے مستعار اصناف میں تبدیلی کر کے انہیں اپنایا ہے۔ چاہے وہ صنف نظم معرا ہو یا آزاد نظم، ان میں آہنگ و اوزان کا التزام مشرقی ذوق کے تحت کیا گیا ہے۔ ہر تہذیب کے اپنے اصول و ضوابط ہوتے ہیں، زندگی گزارنے کا الگ اسلوب ہوتا ہے، اس طرح زبان بھی مختلف ہوتی ہے جو اہل زبان کے مزاج اور آہنگ سے مخصوص ہوتی ہے۔ جب بھی ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے تو دونوں زبانوں کے مزاج اور اسلوب کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ اردو زبان میں کسی غیر زبان کا لفظ ڈھالا جاتا ہے تو اس عمل کو تارید کہتے ہیں جس میں اردو زبان کے مزاج کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن نثری نظم کو مستعار لیتے ہوئے یہ صورت برقرار نہیں رکھی گئی بلکہ مغربی اصولوں کے تحت اسے جوں کا توں قبول کیا گیا ہے۔ یہ الگ بات کہ یہ صنف آدھی صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود متنازع رہی ہے۔ اس نکتے کی وضاحت ڈاکٹر عنوان چشتی نے اپنے مضمون "نثری نظم شعریت سے نثریت تک" میں یوں بیان کی ہے:

> "مغرب میں معرا نظم اور سانیٹ کے لیے نپٹاٹیر ، مخصوص ہے مگر اردو میں ان دونوں کے لیے کسی بحر کا تعین نہیں کیا گیا۔ اردو سانیٹ نگاروں نے تو انگریزی طرز کے سانیٹوں شیکسپیئری پیٹرا کی اور اسپنسری اور پیٹرا کی سانٹیوں کی ترتیب قوافی سے انحراف کیا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے شاعروں نے غیر ملکی ہیئتوں کو اپنا وسیلہ اظہار بنانے میں اپنی زبان کی ساخت، قومی موسیقی کے مزاج اور شعری آہنگ (عروضی آہنگ) کے زیر اثر ردو قبول اور ترک و اختیار سے کام لیا ہے۔ نثری نظم کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔"[1]

درج بالا اقتباس اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اردو زبان میں مغربی اصناف کی ہیئتوں کو جوں کا توں نہیں ڈھال لیا گیا بلکہ اردو ادب کے مزاج کو دیکھتے ہوئے قافیہ، ردیف یا بحر میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کر لی گئی ہے۔ مغرب والے اگرچہ وزن کی زیادہ پابندی نہیں کرتے لیکن اردو میں ایسی شاعری کا تصور نہیں رہا، لہٰذا نثری نظموں کو کسی نہ کسی آہنگ کے تابع ہونا پڑے گا۔

چونکہ اردو زبان نے نثری نظم کو انگریزی زبان کے اصولوں پر ہو بہو اپنایا ہے تو یہ بات بہت بنیادی ہے کہ ہم اردو اور انگریزی نثری نظموں کا جائزہ لیں۔ کیا اردو نثری نظم آہنگ کے اعتبار سے انگریزی نثری نظم سے مشابہ ہے یا اس کے مقابلے میں فنی حوالے سے اتنی ہی پختہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی نثری نظموں کا اپنا آہنگ ہے جبکہ اردو نثری نظموں کا آہنگ ثابت نہیں ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ابن فرید لکھتے ہیں:

> "آخر ہم اردو کی نثری نظموں کو کس آہنگ پر پڑھیں؟۔۔۔ اُلٹا مجھ سے سوال کیا گیا کہ انگریزی نثری نظموں کو کس آہنگ پر پڑھا جائے؟۔۔۔ میں نے کہا کہ مغربی نثری نظموں کا اپنا آہنگ موجود ہے۔ میں نے خود شیکسپیئر کے بہت سے ڈراموں کی نثری نظمیں ساز پر سنی ہیں اور میں نے بالواسطہ یہ بھی سنا ہے کہ فرانس میں نثری نظموں کو ساز پر گایا جاتا ہے۔۔۔ میں اب یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اردو نثری نظموں کے ساتھ کیا یہ تجربہ کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب مجھے ایک ہندوستانی عالم نے

دیا۔۔کہ آپ آہنگ کو عروض کے معنوں میں کیوں لیتے ہیں، یہ تو الفاظ کی اپنی باطنی کیفیت ہے جو تاثر انگیزی اور جذباتیت پیدا کرتی ہے۔اسے نثر ہی کی طرح پڑھیے اور صرف نظم کے داخلی اثر پر نظر رکھیے۔میں آج بھی یہ پوچھتا ہوں کہ کیا یہ میرے سوال کا جواب ہے؟"[2]

اردو زبان میں نظم و نثر کے آہنگ کی بات کی جائے تو اردو نظم کا آہنگ تو متفقہ طور پر تسلیم شدہ ہے جبکہ اردو نثری آہنگ کو ابھی تک ثابت نہیں کیا جا سکا۔اسی لیے جب نثری نظم کے آہنگ کی بات کی جاتی ہے تو یہ مسئلہ در آتا ہے کہ اردو نثری نظم کا آہنگ کیا ہے؟ کیونکہ اردو نثر کا آہنگ بھی معروضی اعتبار سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اصول و ضوابط ابھی تک مقرر کیے گئے ہیں۔جبکہ مغربی نظم و نثر میں یہ صورتحال نہیں ہے بلکہ نظم اور نثر دونوں کے آہنگ متعین ہیں۔اس حوالے سے ڈاکٹر ابن فرید نے یوں وضاحت کی ہے:

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ شعری آہنگ اور نثری آہنگ دو الگ الگ عناصر و مظاہر ہیں۔ان میں قطعاً کوئی ہیئتی مماثلت نہیں ہے۔مغرب میں نثر و نظم کے سلسلے میں ایسا کوئی خلط مبحث نہیں ہے۔[3]

یہی وجہ ہے کہ مغرب والے جب نثری نظم لکھتے ہیں تو وہ آہنگ کی بحث میں نہیں پڑتے کیونکہ وہاں آہنگ کے پیمانے نظم و نثر دونوں کی سطح پر متفقہ طور پر طے شدہ ہیں۔اردو میں نثر کی بھی باقاعدہ تعریف نہیں ہے، بس اتنا کہہ دیا جاتا ہے کہ جو شعر نہیں ہے وہ نثر ہے۔یہی بنیادی وجہ ہے کہ نثری نظم اب تک متنازع ہے۔کیونکہ اسے جن اصولوں پر تخلیق کیا گیا ہے وہ مغرب میں تو موجود ہیں لیکن اردو میں مفقود ہیں۔

اردو ادب شروع ہی سے نظم کی شکل میں قابل قبول رہا ہے جس کی وجہ سے اردو نثر مکمل توجہ حاصل نہ کر سکی۔جب اردو نثر نے اپنا الگ وجود منوا لیا اس کے بعد بھی اسے نظم سے کمتر سمجھتے ہوئے نظم کے قریب لانے کی کوشش جاری رہی۔دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مشرقی شاعر غزل اور اوزان سے اپنا رشتہ قطع نہیں کر سکا۔اسے خود کو ثابت کرنے کے لیے وزن کا سہارا لینا ہی پڑا۔آزاد نظم میں راشد، مجید امجد اور میرا جی کو ہی دیکھیں تو انہوں نے آزاد نظم کے ساتھ کہیں کہیں غزلوں میں بھی طبع آزمائی کی البتہ مغرب کا شعری ذوق بالکل مختلف ہے وہاں یا تو وزن ہے یا نہیں ہے۔ کرامت علی کرامت اس بارے میں کہتے ہیں:

"ہمارے شاعروں میں اور مغربی شاعروں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہمارا کوئی بھی شاعر صنف غزل کے اثرات سے اپنا دامن بچا نہ سکا(اور نہ مستقبل میں اس کی اُمید ہے) مغربی شعراء کے برعکس اردو کا شاعر غنائی انداز میں سوچنے کا عادی ہے۔"[4]

یہی وجہ ہے کہ جب مشرقی شاعر اپنے شاعرانہ خیالات کو منثور کرنا چاہتا ہے تو اس کا ذہن تصادم کا شکار ہو جاتا ہے۔کیونکہ وہ نثری شعر کہتے ہوئے بھی وزن کے خیال سے الگ نہیں ہو پاتا۔اردو میں اسی شاعر کی نثری نظم قبول کی جاتی ہے جس کے پاس پابند شاعری کی بھی سند ہو۔اس لیے اردو میں نثری نظم کے حوالے سے دوہرا معیار ہے۔جبکہ مغرب میں یہ دقت نہیں ہوتی جو منثور شاعری کرنا چاہتا ہے اس کے لیے وزن لازمی نہیں اور جو پابند شاعری کرتا ہے وہ منثور شاعری کی طرف سے آزاد ہوتا ہے۔یہاں ایک بات واضح ہوتی ہے کہ مشرق میں نثری نظم کی قبولیت کا معیار بھی وزن کا جاننا اور پابند شاعری کی سند کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔جس سے اردو شاعری کے مزاج میں وزن کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر ابن فرید اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"نثر کے ساتھ یہ بے اعتنائی شروع سے رہی ہے۔ایک زمانہ تھا کہ جب یہ ادبی صنف ہی تصور نہ کی جاتی تھی۔۔۔۔لیکن جب یہ صنف نظر التفات کی مستحق پائی ہے تو اس کا ڈھانچہ یا اس کی اساس نثر نہیں رہی۔اسے بہ ہزار کوشش، ہر مرحلہ

پر، ہر نوعیت سے نظم کے آہنگ سے قریب لانے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ قدیم نثری تصانیف کے علاوہ سر سید احمد خاں اور غالب کی نثری تحریروں میں بھی ردیف و قافیہ کا اہتمام ملتا ہے۔"[5]

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اردو نظم کے مقابلے میں اردو نثر احساس کمتری اور کم اہمیت کی حامل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اپنا مقام بلند کرنے کے لیے نظم کے اصول وضوابط سے خوشہ چینی کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ جس سے واضح طور پہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اردو نظم کا مقام اردو نثر سے بلند رہا ہے۔ کیونکہ اردو نثر صرف اظہار بیان تک محدود ہوتی ہے جبکہ نظم میں اظہار بیان کے ساتھ ساتھ علم عروض کا فن بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اردو نظم کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ نثری نظم کے تنازع کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں صرف نظم کا نام استعمال کر کے نثر کو نظم کے معیار پر لانے کی کوشش شامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اردو نثر کا الگ آہنگ دریافت کرنے کی بجائے اس کے لیے نظم کے آہنگ کو مستعار لے لیا گیا یا پھر قافیہ و ردیف کے استعمال سے اردو نثر کو نظم کی سطح پر لانے یا نظم جیسی چاشنی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، یہی وجہ ہے کہ اردو نثر آج تک معروضی اعتبار سے اپنا آہنگ دریافت نہ کر سکی جبکہ مغرب میں انگریزی نثر کا نہ صرف آہنگ دریافت کیا گیا بلکہ اس کی بہتری کے لیے مسلسل کام کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر ابن فرید کہتے ہیں:

"جدید مغربی علوم سے باضابطہ و منظم آگاہی کے باوجود ہم نے اب تک اپنی اردو نثر کا ہیئتی تجزیہ نہیں کیا ہے اور نہ اسے لائق اعتناء تصور کیا گیا ہے۔ مغرب میں ایسا نہیں ہے وہاں نثر کے قائم بالذات (Independent) آہنگ اور اس کے تجزیہ کے مطالعہ کی روایت تھراسی ماکس (Thrasymachus) سے شروع ہوتی ہے۔ اس نے نثری آہنگ کی مختلف وضعیں تلاش کیں جو قدیم یونانی نثر میں خاصے طویل عرصہ تک مروّج رہیں۔۔۔۔ چوتھی صدی عیسوی تک مغربی نثر نے بڑی پختہ و بالغ شکل اختیار کر لی تھی۔ سسرو کی تصنیف "خطیب" کلیس کی "انگریزی نثر کا آہنگ" سے لے کر زوتیاں تودوروکی "نثر کی بوتیکا" تک اور اس کے بعد آج تک مغربی اور انگریزی نثر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا گیا ہے۔"[6]

اردو زبان میں آہنگ ; وزن اور بحر سے منسوب سمجھا جاتا رہا ہے۔ آہنگ کے معنی لغت میں صوت اور ساز کے ہیں اور اردو شاعری میں بحر اور وزن کی شناخت تحریر سے زیادہ صوت، ساز اور آواز سے ہوتی ہے۔ کیونکہ مخصوص حروف کو بحر کے اصولوں پر گرایا یا بڑھایا جاتا ہے۔ اس لیے تمام حروف تلفظ کو برقرار رکھتے ہوئے بحر کی حرکت وسکونت کے زیر سایہ مخصوص ساز پیدا کرتے ہیں جسے آہنگ کہتے ہیں۔

اردو نثری نظم چونکہ نثر میں لکھی گئی نظم کو کہا جاتا ہے جو کسی بحر میں نہیں ہوتی۔ بلکہ نثر میں ہوتی ہے اور نظم کہلوائے جانے پر اصرار کرتی ہے۔ چونکہ آہنگ بحر کے ساتھ مخصوص رہا ہے تو جب اردو میں نثری نظم کی آمد ہوئی تو اس پر آہنگ کا بنیادی سوال اُٹھا جو تا حال زیر بحث ہے۔ جس میں بنیادی نکتہ یہی اُٹھایا جاتا ہے کہ آہنگ رائج شدہ اوزان سے مخصوص ہے۔ لہٰذا جب نثری نظم مروّجہ اوزان سے عاری ہے تو اس میں آہنگ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ یہ شاعری کی بنیادی خصوصیت ہے۔ شاعری میں آہنگ کی اہمیت پر شہزاد منظر یوں رقمطراز ہیں:

"شاعروں اور نقادوں کی ایک بڑی تعداد نظم منثور کو شاعری تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شاعری میں شعری آہنگ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور آہنگ ہی نظم کو نثر سے الگ کرتا ہے اس لیے آہنگ سے مبرا نثری جملوں کو شاعری یا نظم منثور قرار دینا غلط ہے۔ اسی لیے احمد ندیم قاسمی نے شاعری کی روائتی پابندیوں کو توڑ کر "نیا اسلوب" ایجاد کرنے کی حمایت تو کی ہے لیکن اس کے ساتھ "نئے اسلوب کے موزوں" ہونے پر اصرار کیا ہے۔"[7]

جب بھی نثر کو شعری آہنگ سے آراستہ کیا جائے گا اس کی وقعت و اہمیت دوچند ہو جائے گی۔ وزیر آغا کے نزدیک آہنگ ہی وہ شے ہے کہ جو عام سے مردہ الفاظ کو اپنی چاشنی سے زندہ کر کے شاعری کے مرتبے پر فائز کر دیتا ہے۔

اردو میں شعری آہنگ کا یہ تصور رائج ہے کہ مخصوص بحور کے زیر اثر حروف کی حرکت و سکونت کے دروبست سے پیدا ہونے والا ساز، جسے وزیر آغا نے شاعر پر تخلیق شعر کے وقت پیدا ہونے والی کیفیت سے مخصوص کر دیا ہے۔ وزیر آغا کے نزدیک یہی چیز شاعری کو ادبی نثر سے الگ کرتی ہے کہ شاعر جب شعر کہنا چاہتا ہے تو وہ خود کو شعری آہنگ کی گرفت میں کر دیتا ہے۔ جس سے شاعر عالم خود فراموشی میں چلا جاتا ہے اور شعری آہنگ کے زیر اثر کلام کرتا ہے۔

وزیر آغا نے شاعری کے لیے شعری آہنگ کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ شعری آہنگ کو ہی شاعری کی بنیاد قرار دیا ہے۔ وزیر آغا کے نزدیک شعری آہنگ ہی وہ خصوصیت ہے جو شاعری کو نثر سے جدا کرتی ہے کیوں کہ آہنگ کی وجہ سے جو تاثیر شاعری میں پیدا ہوتی ہے ادبی نثر میں وہ مفقود ہوتی ہے۔ اس طرح وزیر آغا نے ردھم، لطافت، تاثیر اور نغمگی کو آہنگ سے جوڑ دیا ہے جو شاعری کی جمالیات کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ وزیر آغا اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "شاعری میں شعری مواد شعری آہنگ سے مملو ہو کر قاری کے اندر کی دنیا کو جس طرح مس کرتا ہے وہ ادبی نثر کے لیے ممکن نہیں جس میں لفظی غنایت کی حد تک تو موزونیت اور ترتیب موجود ہوتی ہے مگر شعری آہنگ سے ناآشنا ہونے کے باعث اس میں وہ لطیف کیفیت نہیں ہوتی جس سے شاعری عبارت ہے۔ تاہم بات محض یہی نہیں کہ شعری آہنگ کی موجودگی شاعری کی کم از کم شرط ہے بلکہ یہ کہ شعر کا تخلیقی عمل بجائے خود اس بات کا متقاضی ہے کہ شاعر پہلے شعری آہنگ کی گرفت میں آئے۔"[8]

فنون لطیفہ کا ہر فن اپنے مخصوص اصول و ضوابط کا پابند ہوتا ہے۔ ماہرین فن نے جو پیمانے مختص کیے ہوتے ہیں ہر فنکار ان پیمانوں کے تابع رہتے ہوئے اپنے فن کو سرانجام دیتا ہے۔ جیسے فن خطاطی میں قط کو بنیاد بنا کر کسی لفظ کو لکھا جاتا ہے۔ جس میں قط کی مقدار کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ یعنی خطاط ان سانچوں کے تابع ہو جاتا ہے جو ماہرین فن نے مخصوص کر رکھے ہوں۔ قط کی مقدار بنیادی شے ہے اس کے علاوہ لفظ کو جتنا خوبصورت بنا لیا جائے۔ یہی صورت موسیقی پر لاگو ہوتی ہے جس کے اصول و ضوابط سے سرمو انحراف کیا جائے تو توازن قائم نہیں رہتا اور سر اپنا وجود تک کھو دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح وزیر آغا نے شاعری کے فن کے لیے شعری آہنگ کو بنیادی چیز قرار دیا ہے جو کہ وزن سے مشروط ہے کہ جب تک شاعر آہنگ کے تابع نہیں ہوتا اس وقت تک شاعری تخلیق کر ہی نہیں سکتا۔ ہر فن کا ایک بنیادی اصول ہوتا ہے وزیر آغا نے شاعری کے لیے آہنگ کو بنیاد قرار دیا کہ آہنگ سے باہر رہتے ہوئے کوئی شاعر شاعری کر ہی نہیں سکتا۔ لکھتے ہیں:

> "جہاں تک شاعر کا تعلق ہے تو جب تک وہ اس آہنگ کی زد پر نہ آئے اپنے شعری باطن کی سیاحت کر ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا سوال محض یہی نہیں کہ کیا شعری آہنگ کو منہا کر دینے سے کوئی تخلیق شاعری کہلا سکتی ہے بلکہ یہ بھی کہ کیا شعری آہنگ سے متصف ہوئے بغیر کوئی شاعر شعر کہہ بھی سکتا ہے کہ نہیں؟ تجربہ شاہد ہے کہ شعر کہنے کے لیے ایک صوتی زیر و بم درکار ہے جو شاعر کی پوری شخصیت کو ایک نغمے میں ڈھال دے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر شاعر جو کچھ لکھے گا وہ یا تو نثر ہو گا یا پھر نظم ہونے کے باوجود نثر کی سطح سے اوپر نہ اُٹھ پائے گا۔"[9]

گوپی چند نارنگ وزیر آغا کے اس شعری کیفیت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کیفیت تو تمام فنون لطیفہ کی خاصیت ہے لہٰذا اس سے نثری نظم کی تعریف مرتب نہیں کی جاسکتی۔ کہتے ہیں:

"وہ جس شعری آہنگ یا تخلیقی موڈ کا ذکر کر رہے ہیں وہ محض شاعری سے مخصوص نہیں بلکہ یہ نفسیاتی کیفیت تمام فنون لطیفہ کی جان ہے، رقص، موسیقی، مصوری، ادب، آرٹ کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور ادب میں یہ صرف شاعری ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تخلیقی نثر بھی تخلیقی موڈ کے بغیر وجود پذیر نہیں ہو سکتی، نیز چونکہ مجوزہ شعری آہنگ کوئی ٹھوس تجزیاتی Empirical بنیاد نہیں رکھتا، اس کی مدد سے نثری نظم کی کوئی منفی یا مثبت تعریف مرتب نہیں کی جاسکتی۔"[10]

گوپی چند نارنگ نے مجموعی کیفیت پر توجہ دی ہے جبکہ وزیر آغا نے انفرادی فنی اصولوں کی بھی بات کی ہے جیسے شاعری کے لیے آہنگ، خطاطی کے لیے قط۔ اب ایسا تو ممکن نہیں کہ ایک فنکار پر فن تخلیق کرنے سے پہلے کیفیت طاری ہو اور اس میں اس کیفیت کی وجہ سے ہر فن تخلیق کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس خاص کیفیت کے ساتھ ساتھ فنکار کو مخصوص یا اس کے انفرادی اصولوں کے تابع بھی ہونا پڑے گا۔

اردو نثری نظم کی تنقیدی روایت کو دیکھا جائے تو نثری نظم نثر اور نظم کے درمیان کھڑی نظر آتی ہے۔ جسے کچھ نقاد نثر کی طرف اور کچھ شاعری کی طرف کھینچتے نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ اس میں نثر اور شاعری دونوں کی خصوصیات ہیں جس کی وجہ سے حتمی فیصلہ کرنا یا اس کی شناخت کا فیصلہ بھی متنازع ہو جاتا ہے۔ نثر کو دیکھا جائے تو اس کی ساخت پیرا گراف سے متشکل ہوتی ہے اور نظم میں بند کا تصور رائج ہے۔ لہٰذا خلیل الرحمن اعظمی نے نثری نظم کے لیے شاعری و نثر سے الگ آہنگ کا تصور پیش کیا ہے۔ اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ نظم اور نثر دونوں سے مختلف ہے۔ اس لیے اس کا آہنگ دونوں سے مختلف ہو گا۔۔۔ مثالی نظم وہی ہو گی جو نظم اور نثر دونوں کے (Sequence) کو دونوں کے تسلسل کو دونوں کی تمام پابندیوں کو توڑ ڈالے اور اس کا اپنا ایک الگ آہنگ ہو۔"[11]

خلیل الرحمن اعظمی نے جس آہنگ کی بات کی ہے اسے لہجے کے آہنگ سے تعبیر کر رہے ہیں کہ جس طرز کا جملہ ہو اسے اسی لہجے میں ادا کیا جائے، جبکہ یہ چیز پہلے ہی اردو نثر اور شاعری دونوں میں موجود ہے۔

ہمارے ہاں آہنگ کی دو اقسام کا تصور رائج ہو گیا ہے۔ اول: شعری آہنگ کا تصور جسے اردو شعری روایت میں بحر اور وزن سے لازم و ملزوم کیا جاتا ہے۔ تمام ناقدین کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ نثری نظم میں شعری آہنگ موجود نہیں ہوتا اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اگر نثری نظم کو نظم کے دائرے میں شامل کرنا ہے تو اس کے لیے کوئی نہ کوئی آہنگ لازمی ہونا چاہیے۔ چونکہ شعری آہنگ کو اگر نثری نظم میں شامل کیا جائے تو یہ آزاد نظم کی شکل اختیار کر لے گی۔ اس حوالے سے آہنگ کا جو دوسرا تصور داخلی آہنگ، نامیاتی آہنگ یا فطری آہنگ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ اردو نثر کا داخلی آہنگ ہے جسے نثری نظم پر لاگو کر کے آہنگ کی شرط کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نامیاتی یا فطری آہنگ لفظ کا آہنگ ہوتا ہے۔ جو اپنی حرکت و سکونت سے غیر محسوس طور پہ ردھم بناتا ہے۔ جب نثر کو پڑھا جائے تو اس کی آواز کو نامیاتی آہنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کو نثر میں موجود خیال کی رو کے مطابق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ نثری نظم والے نثر پڑھتے ہوئے جو آواز نکلتی ہے اسے ہی آہنگ تصور کیے ہوئے ہیں۔ جبکہ یہ چیز عام بھدی سی نثر میں بھی موجود ہوتی ہے۔ انیس ناگی نثری نظم کے لیے داخلی یا نامیاتی آہنگ پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زبان کا نامیاتی آہنگ معنی و صوت کا ایسا بہاؤ ہے جو ہر طرح کا لہجہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور جو صوت کو معنی کا جزو بنا کر مافی الضمیر کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ اس کا وجود سیاق و سباق کی تعمیر سے پیدا ہوتا ہے جس میں نغمگی اور تنظیم کا رجحان

خارج میں موجود کسی صوتی پیرائے کی پابندی کی بجائے اندرونی حرکت سے معرض وجود میں آتا ہے، گو ایسے صوتی پیرائے کا اس طرح تجربہ تو نہیں کیا جا سکتا جس طرح کسی شعر کی تقطیع کی جاتی ہے، البتہ اسے محسوس کیا جانا ممکن ہے۔"[12]

یہاں بھی انیس ناگی نے یہ قبول کیا ہے کہ نامیاتی آہنگ کا تجربہ شعری آہنگ کی طرح نہیں کیا جا سکتا بلکہ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ لسانی یا نامیاتی آہنگ تو نثر اور شاعری دونوں میں موجود ہوتا ہے تو فقط اس کی بنیاد پر نثر اور شاعری میں کیسے فرق کیا جا سکتا ہے؟ نثری نظم والوں کا ماننا ہے کہ نثری نظم کی بنیاد نامیاتی آہنگ پر ہوتی ہے۔ انیس ناگی لکھتے ہیں:

"اس میں آزاد نظم کے برعکس وزن کی بنیاد نامیاتی آہنگ پر ہوتی ہے جو عروضی تقطیع سے انکار کرتا ہے۔ عروضی آہنگ کی عدم موجودگی کا مطلب نثر لکھنا نہیں ہے بلکہ ایک نیا آہنگ پیدا کرنا ہے جو نظم اور نثر کے درمیان سفر کرتا ہے"[13]

کہنے کی حد تک تو نامیاتی آہنگ کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ آہنگ نثری نظم میں موجود ہوتا ہے یا اس کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن دقت یہ ہے کہ یہ داخلی و نامیاتی آہنگ اردو نثر کا آہنگ ہونے کے باوجود ابھی تک عملی طور پر دریافت نہیں ہو سکا اور نہ ہی معروضی طور پر اسے نشان زد کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے سلیم آغا قزلباش لکھتے ہیں:

"ہرچند کہ نثری نظم میٹر کی پابندی کو قبول نہیں کرتی، تاہم اس میں ایک داخلی آہنگ بہر حال موجود ہوتا ہے جسے شاید نشان زد تو نہ کیا جا سکے"[14]

اس حوالے سے ڈاکٹر ابن فرید کا کہنا ہے:

"محض یہ کہہ دینا کافی نہ ہو گا کہ نثری نظم میں داخلی آہنگ ہوتا ہے، بلکہ یہ دکھانا بھی لازم ہو گا کہ داخلی آہنگ ہے کیا؟"[15]

گوپی چند نارنگ نامیاتی آہنگ کی شناخت کے حوالے سے کہتے ہیں:

"اس کی بنیاد نامیاتی آہنگ یا تکلمی آہنگ پر ہے۔ اگر اس آہنگ کی تجزیاتی نوعیت معلوم ہو جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے، لیکن اس آہنگ کی اب تک کوئی تعریف نہیں کی گئی۔ ظاہر ہے کہ اس بارے میں عروض سے مدد نہیں مل سکتی کیونکہ یہ عروض کی رد ہے۔ جمالیات سے بھی مدد نہیں مل سکتی، کیونکہ مسئلہ جمالیاتی قدر کا نہیں ہیئتی قدر کا ہے، یہ آہنگ چونکہ بول چال کا آہنگ یعنی زبان کا فطری آہنگ ہے۔ اگر کہیں سے مدد مل سکتی ہے تو صرف لسانیات سے اور لسانیات میں بھی صرف اس کی شاخ صوتیات سے جو ٹھوس تجزیاتی مشاہدے پر مبنی ہے۔"[16]

گوپی چند نارنگ نے نثری نظم کا آہنگ ثابت کرنے کی ضد میں اردو نثر کا آہنگ انگریزی نثری اصطلاحات کے ذریعے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اپنے ہی بنائے گئے قضیے میں انہوں نے بنیادی خامیوں کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ اس کے باوجود ان کا مقصد ایک ایسا ڈھانچہ کھڑا کرنا تھا جو اگرچہ ٹوٹا پھوٹا ہی ہو لیکن اسے نثری نظم کے دفاع کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ اگر "بل" یعنی سٹریس کی ہی بات کی جائے تو انگریزی زبان میں یہ مخصوص الفاظ پر استعمال ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان الفاظ کے معانی مکمل تبدیل ہو جاتے ہیں جبکہ اردو میں سرے اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ گوپی چند نارنگ خود ہی اس خامی کو یوں بیان کرتے ہیں:

"انگریزی لفظ Import میں اگر پہلے صوتی رکن پر بل ہو تو اس کے معنی ہیں اسم (درآمد) اور اگر دوسرے صوتی رکن پر بل ہو تو اس کے معنی ہیں فعل (درآمد کرنا) یہی حال Permit Permit اور سینکڑوں دوسرے الفاظ کا ہے۔ اردو لفظ میں بل کی جگہ بدل دیں تو معنی نہیں بدلتے مثلاً آیا، جانا، یادادی، شادی یا کسی بھی لفظ میں پہلے صوتی رکن پر زور دے کر

بولیں یا دوسرے صوتی رکن پر زور دے کر بولیں معنی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، چنانچہ اردو میں بل اس طرح امتیازی نوعیت نہیں رکھتا۔"[17]

ناصر عباس نیر نے اس قضیے کو ان الفاظ میں رد کیا ہے:

"انگریزی زبان میں فطری اور باقاعدہ آہنگ کی نشان دہی کی گئی ہے اسے Iambic Pentameter pattern کا نام دیا گیا ہے۔ یہ آہنگ دراصل انگریزی کے فونیم میں Stress کے نظام سے ہے اُردو صوتیات انگریزی سے بالکل مختلف ہے۔ اُردو میں نہ صرف طویل صوتے موجود نہیں بلکہ Stress بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ چناں چہ اُردو نثر اور بول چال میں وہ داخلی آہنگ موجود نہیں جو انگریزی میں ہے اور جس کی بناپر انگریزی میں نظم معرا اور نثری نظم کا رواج ہوا ہے"[18]

جہاں تک نثری نظم کو نظم ثابت کرنے کے حوالے سے بات ہے تو یہ تجزیہ کمزور ہونے کے بجائے مکمل ترین بھی ہوتا تو نثری نظم کو آہنگ کے اعتبار سے نظم ثابت کرنے کے لیے نہ ہونے کے برابر ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نامیاتی یا تکلمی آہنگ صرف نثری آہنگ ہے نہ کہ نثر اور نظم کے درمیان وجہ امتیاز اور ایسا آہنگ تو نثر کے ہر ٹکڑے میں پایا جاتا ہے، تو اس طرح تمام نثر کو شاعری تو نہیں کہا جا سکتا۔ گوپی چند نارنگ نے مخصوص حروف پر زور دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نثر میں بھی آہنگ موجود ہوتا ہے لہٰذا نثری نظم کو اس بنا پر شاعری کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ گوپی چند نارنگ نے اتنی دقت کے بعد یہ نثری آہنگ بنانے کی کوشش کی ہے اگر عربی زبان کے مخارج اور حرکات سکنات سے مستفید ہو لیتے تو اس نثری آہنگ کی بجائے کئی درجے اچھا اور آسان نثری آہنگ تیار ہو جاتا۔ عربی زبان میں حروف کا مخارج اور حرکات و سکنات زبر، زیر، کھڑی زبر، پیش، اُلٹی پیش، جزم، تشدید، چھوٹی مد، بڑی مد، وقفہ وغیرہ سے جو نثری آہنگ اور ردھم پیدا ہوتا ہے وہ اردو میں مفقود ہے۔ اس کے باوجود عربی زبان والے اسے نثر ہی کہتے ہیں جبکہ شعر کو بحر کے تابع رکھتے ہیں۔

لہٰذا اب یہ بات واضح ہے کہ لسانی آہنگ کی بنا پر کسی نثر کو نظم کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ کیوں کہ لسانی آہنگ نثر اور نظم دونوں میں مشترک ہوتا۔ اس حوالے سے عنوان چشتی نے فیصلہ کن نکتہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

"نثری نظم، عروضی آہنگ (رکن کے آہنگ) سے عاری ہے اور اس کا آہنگ محض لسانی آہنگ ہے۔ لسانی آہنگ نثر و نظم دونوں میں (جن کا ذریعہ اظہار زبان ہے) قدر مشترک ہے۔ اس لئے نثری نظم کے انفرادی آہنگ کے وجود کا سوال ہی نہیں اُٹھتا۔ اس لئے خارجی آہنگ کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ نثری نظم محض نثر ہے، نظم نہیں ہے۔ جب تک نثری شاعر نثری نظموں میں لسانی آہنگ" کے علاوہ کوئی اور آہنگ تخلیق نہیں کرتے تب تک نثری نظم، شاعری کے خارجی معیاروں کی روشنی میں نظم نہیں کہلا سکتی۔ نثر ہی کہلائے گی۔"[19]

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اردو شاعری کے وجود میں عربی و فارسی شاعری کی تاثیر شامل ہے۔ لسانی ڈھانچے کی بات کی جائے تو یہ بھی عربی و فارسی کے قریب ہے۔ جہاں تک انگریزی زبان کا تعلق ہے تو اس کا لسانی ڈھانچہ اردو زبان سے مختلف ہے۔ جس وجہ سے اردو شاعری کا آہنگ انگریزی زبان کے اصولوں کے مطابق نہیں بنا سکتے۔ گوپی چند نارنگ نے اس حوالے سے کوشش کی بھی مگر یہ خام رہی۔ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے تو نثری نظم کے حوالے سے دو آہنگ موجود ہیں۔ پہلا شعری آہنگ اور دوسرا نامیاتی یا لسانی آہنگ۔ شعری آہنگ پر اکثر ناقدین کا اتفاق ہے کہ یہی وہ آہنگ ہے جو نثر اور شاعری میں باعث امتیاز ہے۔ لیکن تمام ناقدین کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ شعری آہنگ نثری نظم میں مفقود ہے۔ کچھ ناقدین نامیاتی یا لسانی آہنگ کی وجہ سے نثری نظم کو شاعری کے مرتبے پہ لانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ لسانی آہنگ ہر قسم کی نثر میں موجود ہوتا ہے۔ جو نثری آہنگ تو ہو سکتا ہے مگر نثر کو شاعری کی سطح پر نہیں لے جا سکتا۔ اب یہ بات ثابت ہے کہ نثری نظم میں

شعری آہنگ موجود نہیں ہوتا جس وجہ سے وہ نثر کی سطح تک ہی رہتی ہے، شاعری کو نہیں چھو پاتی۔ لہٰذا نثری نظم کو شاعری ثابت کرنے کے لیے اس میں لسانی آہنگ کے علاوہ شعری آہنگ یا کوئی اور آہنگ موجود ہونا چاہیے ورنہ یہ نثر کی سطح سے اوپر نہ اُٹھ سکے گی۔

حوالہ جات:

1 عنوان چشتی، ڈاکٹر، "**اردو شاعری میں جدیدیت کی روایت**"، (نئی دہلی: اردو سماج، 1977ء)، ص289-

2 ابن فرید، ڈاکٹر، "**نثری نظم کا قضیہ**"، (بمبئی: مشمولہ، ماہنامہ، شاعر، شمارہ6-7-8)، (نثری نظم اور آزاد غزل نمبر)، 51/54-

3 ایضاً

4 کرامت علی کرامت، "**اردو شاعری میں وزن و آہنگ کے مباحث**" مشمولہ، ماہنامہ، شاعر (نثری نظم اور آزاد غزل نمبر)، (بمبئی:)، 340/54-

5 ابن فرید، ڈاکٹر، "**نثری نظم کا قضیہ**"، (بمبئی: مشمولہ، ماہنامہ، شاعر، شمارہ6-7-8)، (نثری نظم اور آزاد غزل نمبر)، ص50-

6 ایضاً، ص51-

7 شہزاد منظر، "**نثری نظم کے بارے میں**" مشمولہ، نثری نظم (اصول حمایت اختلاف اور روایت)، مرتب: اویس سجاد (لاہور: فکشن ہاؤس، 2020ء)، ص576-

8 وزیر آغا، ڈاکٹر، "**قصہ نثری نظم کا**" مشمولہ، (بمبئی: ماہنامہ، شاعر)، (نثری نظم اور آزاد غزل نمبر)23/54-

9 ایضاً

10 گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، "**ادبی تنقید اور اسلوبیات**" (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2001ء)، ص323-

11 خلیل الرحمن اعظمی، "**نثری نظم۔ خلیل الرحمن اعظمی اور شہریار سے ایک گفتگو**" مشمولہ، نثری نظم (اصول حمایت اختلاف اور روایت)"، مرتب: اویس سجاد، ص499-

12 انیس ناگی، "**نثری نظمیں**" (لاہور: مکتبہ جمالیات، 1981ء)، ص09-

13 انیس ناگی، "**آزاد نظم سے نثری نظم تک**" مشمولہ، نثری نظم (اصول حمایت اختلاف اور روایت)، مرتب: اویس سجاد (لاہور: فکشن ہاؤس2020ء)، ص378-

14 سلیم آغا قزلباش، ڈاکٹر، "**نثری کچھ نثری نظم کے بارے میں**" مشمولہ، نثری نظم (اصول حمایت اختلاف اور روایت)، مرتب: اویس سجاد (لاہور: فکشن ہاؤس2020ء)، ص284-

15 ابن فرید، ڈاکٹر، "**نثری نظم کا قضیہ**"، (بمبئی: مشمولہ، ماہنامہ، شاعر، شمارہ6-7-8)، (نثری نظم اور آزاد غزل نمبر)، ص327-

16 گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، "**ادبی تنقید اور اسلوبیات**" (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2001ء)، ص324-325-

17 ایضاً، ص329-

18 ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، "**نثری نظم: ایک نوٹ**" (مشمولہ، سہ ماہی، ادبیات، شمارہ77-78، 2007ء-تامارچ2008ء)، (نثری نظم نمبر)، ص316-

19 عنوان چشتی، ڈاکٹر، "**اردو شاعری میں جدیدیت کی روایت**"، (نئی دہلی: اردو سماج، 1977ء)، ص293-294-